

بلزڈسکاؤنٹنگ کی شرعی حیثیت: کلاسیکی فقہ اور معاصر اسلامی مالیات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

1. Ashfaq Ahmad

PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

Email: ahmedashfaq483@gmail.com

2. Dr. Muhammad Nawaz Al Hassani

Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

Email: nawaz.hasani@ais.uol.edu.pk

Abstract

Bills Discounting is one of the most widely practiced financing techniques in contemporary financial institutions, particularly in commercial banking and international trade. It enables the holder of a bill of exchange to obtain immediate liquidity by transferring the bill to a financial institution before its maturity at a discounted value. Although this mechanism facilitates commercial transactions and improves cash flow, its Sharī'ah status has remained a subject of considerable juristic debate due to its close association with the sale of debt (Bay' al-Dayn) and ribā-based transactions. This study aims to examine the Sharī'ah status of Bills Discounting through an analytical study in the light of classical Islamic jurisprudence and contemporary Islamic finance. Adopting a qualitative and analytical research methodology, the study analyzes the legal nature of Bills Discounting, examines the opinions of classical Muslim jurists regarding the sale and transfer of debts, and evaluates contemporary Sharī'ah perspectives, including the standards developed by the Accounting and Auditing Organization for Islamic Financial Institutions (AAOIFI). The study also explores Sharī'ah-compliant alternatives that have been developed to meet the financing requirements of modern Islamic financial institutions. The study concludes that conventional Bills Discounting, in its prevailing form, is not Sharī'ah-compliant because it involves the exchange of debt for a lesser amount before maturity, which constitutes a prohibited form of ribā. It further finds that contemporary Islamic finance offers viable alternatives based on legitimate Sharī'ah contracts that successfully accommodate commercial needs without violating Islamic legal principles. The study contributes to the existing literature by integrating classical juristic discussions with contemporary Islamic financial practices and provides practical guidance for Islamic financial institutions, Sharī'ah scholars, and researchers engaged in Islamic commercial law.

Keywords: Bills Discounting, Islamic Finance, Islamic Banking, Bay' al-Dayn, Ribā, AAOIFI, Sharī'ah Compliance.

تعارف موضوع

روایتی بینکاری اور جدید تجارتی مالیات میں بلزڈسکاؤنٹنگ (Bills Discounting) کاروباری اداروں اور تجارتی کمپنیوں کی قلیل مدتی مالی ضروریات پوری کرنے کا ایک اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار کے ذریعے تاجریا کاروباری ادارہ مستقبل میں وصول ہونے والی رقم کو مقررہ میعاد سے قبل کسی مالیاتی ادارے کے ذریعے نقد رقم میں تبدیل کر لیتا ہے، جس سے اسے فوری لیکویڈیٹی (Liquidity) حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر بین الاقوامی تجارت، تجارتی قرضوں کی وصولی اور کاروباری سرمایہ (Working Capital) کی فراہمی میں بلزڈسکاؤنٹنگ کو ایک مؤثر مالیاتی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

تاہم اسلامی شریعت کی روشنی میں اس معاملے کی شرعی حیثیت نہایت اہم اور قابل غور ہے، کیونکہ اس میں دین کو اس کی اصل مالیت سے کم قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے، جس کا تعلق فقہ اسلامی کے اہم مباحث، خصوصاً بیع الدین اور ربا سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلاسیکی فقہاء نے دین کی خرید و فروخت کے احکام پر تفصیلی بحث کی ہے، جبکہ معاصر اسلامی مالیاتی اداروں اور شرعی معیارات مرتب کرنے والے اداروں نے بھی اس مسئلے کا از سر نو جائزہ لیا ہے تاکہ جدید تجارتی ضروریات اور شریعت اسلامی کے اصولوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔

زیر نظر مقالے میں بلز ڈسکاؤنٹنگ کی شرعی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ کلاسیکی فقہی آراء اور معاصر اسلامی مالیات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ اس کے شرعی حکم، فقہی بنیادوں اور اسلامی مالیاتی اداروں میں اختیار کیے جانے والے متبادل طریقہ کار کا علمی جائزہ لیا جاسکے۔

بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange):

چونکہ بلز ڈسکاؤنٹنگ (Discounting of Bills) کا تعلق براہ راست بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange) سے ہے، اس لیے اس کی شرعی حیثیت پر بحث سے قبل بل آف ایکسچینج کے مفہوم اور قانونی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہے۔

بل آف ایکسچینج جدید تجارتی اور مالیاتی نظام میں رائج ایک اہم قابل انتقال مالیاتی دستاویز (Negotiable Instrument) ہے، جو بالخصوص ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں ادائیگیوں کو محفوظ، منظم اور مؤثر بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ عربی میں اسے "الکھیالہ" جبکہ اردو میں عموماً "ہنڈی" کہا جاتا ہے۔

پاکستان کے Negotiable Instruments Act, 1881 کے مطابق بل آف ایکسچینج کی قانونی تعریف درج ذیل ہے:

A "Bill of Exchange" is an instrument in writing containing an unconditional order, signed by the maker, directing a certain person to pay [on demand or at a fixed or determinable future time] a certain sum of money to, or to the order of, a certain person or to the bearer of the instrument. [The Negotiable Instruments Act, 1881, latest edition, Page.11]

”بل آف ایکسچینج“ ایک ایسا تحریری آلہ ہے جس میں ایک غیر مشروط حکم ہوتا ہے، جس پر بنانے والے کے دستخط ہوتے ہیں، اور وہ ایک مخصوص شخص کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وہ کسی متعین رقم کو (طلب کرنے پر یا کسی مقررہ یا قابل تعیین آئندہ وقت پر) کسی مخصوص شخص کو یا اس کے حکم پر یا اس دستاویز کے حامل کو ادا کرے۔“

فقہی اعتبار سے بل آف ایکسچینج بذات خود کوئی مستقل عقد نہیں، بلکہ ذین کے اثبات، ادائیگی اور منتقلی کے لیے استعمال ہونے والی ایک مالیاتی دستاویز ہے۔ اسی لیے اس کی شرعی حیثیت کا انحصار اس کے ذریعے انجام پانے والے مالی معاملات پر ہوتا ہے۔ چنانچہ بلز ڈسکاؤنٹنگ کی شرعی حیثیت کو سمجھنے کے لیے بل آف ایکسچینج کی قانونی و تجارتی حقیقت کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے۔

ڈسکاؤنٹنگ آف بل (Discounting of Bills):

بل آف ایکسچینج کا حامل، جو عموماً فروخت کنندہ یا قرض خواہ ہوتا ہے، بعض اوقات مقررہ میعاد سے پہلے ہی اپنی رقم وصول کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ ادائیگی کی مقررہ تاریخ آنے کا انتظار کرنے کے بجائے اس بل کو کسی بینک، مالیاتی ادارے یا تیسرے شخص کے ہاتھ اس کی اصل درج شدہ رقم سے کم قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ مالیاتی اصطلاح میں اس عمل کو "ڈسکاؤنٹنگ آف بل (Discounting of Bills)" کہا جاتا ہے۔

اسٹاک اور مالیاتی منڈیوں میں رائج طریقہ کار کے مطابق ڈسکاؤنٹ کی مقدار بل کی مالیت اور باقی ماندہ مدت کے تناسب سے متعین کی جاتی ہے۔ اگر بل کی میعاد طویل ہو تو کنوٹی (Discount) کی شرح بھی زیادہ رکھی جاتی ہے، جبکہ اگر ادائیگی کی مدت کم رہ گئی ہو تو ڈسکاؤنٹ کی مقدار بھی کم ہوتی ہے۔ اس طرح بل خریدنے والا شخص یا ادارہ موجودہ وقت میں کم رقم ادا کرتا ہے اور میعاد پوری ہونے پر بل کی مکمل رقم وصول کرتا ہے۔ (نقی العثماني، ۲۰۱۳، ج: ۲، ص: ۲۶)

حقیقت کے اعتبار سے ڈسکاؤنٹنگ آف بل دراصل ایک قرض حق (Debt Claim) کی خرید و فروخت ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی تاجر کے پاس ایک لاکھ روپے کا بل موجود ہو جو چھ ماہ بعد قابل وصول ہو، تو وہ اسے آج پچانوے ہزار روپے میں کسی بینک یا مالیاتی ادارے کو فروخت کر دیتا ہے۔ بعد ازاں بینک مقررہ میعاد پر مکمل ایک لاکھ روپے وصول کر لیتا ہے۔ اس طرح بینک کا منافع ان دونوں رقموں کے درمیان موجود فرق پر مبنی ہوتا ہے۔

ڈسکاؤنٹنگ آف بل (Discounting of Bills) کا شرعی جائزہ:

روایتی بینکاری اور مالیاتی منڈیوں میں رائج "ڈسکاؤنٹنگ آف بل" بیع الدین کی نمایاں عملی صورتوں میں سے ایک ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بل آف ایکسچینج کا حامل، جو عموماً فروخت کنندہ یا قرض خواہ ہوتا ہے، بل کی میعاد پوری ہونے سے قبل فوری نقد رقم حاصل کرنے کی غرض سے اسے کسی بینک یا مالیاتی ادارے کے ہاتھ اس کی اصل مالیت سے کم قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ بعد ازاں بل کی میعاد پوری ہونے پر خریدار یا مالیاتی ادارہ بل میں درج مکمل رقم وصول کر لیتا ہے۔ اس طرح بظاہر یہ معاملہ بل

کی خرید و فروخت معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک مؤخر دین کو کم نقد رقم کے عوض فروخت کرنے کی صورت ہے، جسے فقہی اصطلاح میں ”بیع الدین“ کہا جاتا ہے۔

اسی بنا پر اکثر معاصر فقہاء نے ڈسکاؤنٹنگ آف بل کو کم نقد رقم کے بدلے زیادہ مؤخر رقم کی خرید و فروخت قرار دیا ہے اور اسے سودی اور ناجائز معاملہ شمار کیا ہے۔ درحقیقت اس معاملے میں مالیاتی ادارہ کم رقم ادا کر کے زیادہ رقم وصول کرنے کا حق حاصل کرتا ہے، اور دونوں کے درمیان فرق صرف مدت ادائیگی کا ہوتا ہے، جو سود کی بنیادی حقیقت ہے۔

فقہائے متقدمین اور ”جامکیہ“ کا مسئلہ:

فقہائے متقدمین نے بھی ایک ایسی مالی دستاویز کا ذکر کیا ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے موجودہ بل آف ایکسیجنگ سے کافی مشابہت رکھتی ہے۔ اس دستاویز کو ”جامکیہ“ کہا جاتا تھا۔ جامکیہ دراصل بیت المال، وقف یا سرکاری خزانے کی طرف سے جاری کیا جانے والا وہ مالی حق تھا جو کسی شخص کے لیے مقرر ہوتا تھا اور جس کی وصولی آئندہ کسی وقت متوقع ہوتی تھی۔ بعض اوقات صاحب حق کو فوری نقد رقم کی ضرورت پیش آتی تو وہ اس حق کو کم رقم کے عوض فروخت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

احناف کے نزدیک اس قسم کی بیع درست نہیں۔ چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

وأقوى المصنف بطلان بيع الجامكية، لما في الأشباه بيع الدين إنما يجوز من المديون (الحصكفي، ۱۹۶۶م، ج: ۴، ص: ۵۱۷)

”مصنف نے جامکیہ کے باطل ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اس لئے کہ اشباہ میں ہے کہ دین کی بیع صرف مديون سے ہی جائز ہے۔“

اسی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین ثانی فرماتے ہیں:

وعبارة المصنف في فتاواه سنل عن بيع الجامكية: وهو أن يكون لرجل جامكية في بيت المال ويحتاج إلى درهم معجلة قبل أن تخرج الجامكية فيقول له رجل: بعني جامكيتك التي قدرها كذا بكذا، أنقص من حقه في الجامكية فيقول له: بعك ففعل البيع المذكور صحيح أم لا لكونه بيع الدين بنقد أوجب إذا باع الدين من غير من هو عليه كما ذكر لا يصح قال مولانا في فوائدہ وبيع الدين لا يجوز ولو باعه من المديون أو وهبه (ابن عابدین، ج: ۴، ص: ۵۱۷)

”اور مصنف کی ”فتاویٰ“ میں یہ عبارت ہے: ان سے ”جامکیہ“ کی بیع کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا بیت المال میں وظیفہ (جامکیہ) مقرر ہو، لیکن اسے وظیفہ جاری ہونے سے پہلے فوری نقد رقم کی ضرورت ہو۔ چنانچہ ایک شخص اس سے کہے: میں تمہارا وہ جامکیہ، جس کی مقدار اتنی ہے، اتنی رقم کے بدلے خریدتا ہوں، جو اس کے اصل حق سے کم ہو۔ پھر وہ کہے: میں نے فروخت کر دیا۔ تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ دین کو نقد کے بدلے فروخت کرنا ہے۔ جواب دیا: جب دین کو اس شخص کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کیا جائے جس کے ذمہ وہ دین ہو، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو یہ بیع صحیح نہیں۔ مولانا نے اس کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ: دین کی بیع جائز نہیں، اگرچہ اسے خود مديون کے ہاتھ فروخت کرے یا اسے بہہ ہی کیوں نہ کر دے۔“

اسی طرح فقہ حنبلی کی معروف کتاب ”کشاف القناع“ میں امام ابوہیثم فرماتے ہیں:

(ولا يصح بيع العطاء قبل قبضه) لأن العطاء مغيب، فيكون من بيع الغرر (وهو) أي: العطاء (قسطه من الديون، ولا يصح بيع (رقعة به) أي: بالعطاء؛ لأن المقصود بيع العطاء، لا هي (البهوتي، ۲۰۰۸م، ج: ۷، ص: ۳۴۴)

اور عطیہ (وظیفہ) کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا صحیح نہیں، کیونکہ عطیہ ابھی غیر حاصل اور پوشیدہ ہوتا ہے، لہذا یہ غرر کی بیع میں داخل ہے۔ اور ”عطاء“ سے مراد دیوان میں مقرر اس کا حصہ ہے۔ اسی طرح اس عطیہ کی پرچی (رقعہ) کو فروخت کرنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ مقصود دراصل اس پرچی کی بیع نہیں بلکہ خود عطیہ کی بیع ہے۔“

احناف و حنابلہ کا موقف:

مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ احناف اور حنابلہ کے نزدیک بل آف ایکسیجنگ کی بیع اصولی طور پر ناجائز ہے، کیونکہ یہ ”بیع الدین من غیر من هو عليه“ یعنی دین کو غیر مديون کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت ہے۔ اس بنا پر ان فقہاء کے نزدیک بل آف ایکسیجنگ کو اس کی اصل مالیت کے برابر فروخت کرنا بھی درست نہیں، چہ جائیکہ اسے کم قیمت پر فروخت کیا جائے جیسا کہ ڈسکاؤنٹنگ آف بل میں ہوتا ہے۔ اور یہی حکم ”جامکیہ“ کا بھی ہے۔

مالکیہ کا موقف:

مالکی فقہاء نے بعض شرائط کے ساتھ دین کی بیع کی گنجائش دی ہے۔ اسی اصول کی بنیاد پر انہوں نے بعض صورتوں میں ”مالکیہ“ کی بیع کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ خطابؒ اس کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بخلاف الجامکیۃ؛ فإن الملك محصل لمن حصل له شرط الواقف، فلا جرم صح أخذ العوض بها وعنها (الخطاب، ۱۹۹۲م، ج: ۴، ص: ۲۲۴)

”اس کے برخلاف“ مالکیہ ”کا حکم ہے، کیونکہ اس میں ملکیت اس شخص کے لیے ثابت ہو جاتی ہے جس کے حق میں واقف (وقف کرنے والا)

نے شرط رکھی ہو، لہذا اس میں کوئی مانع نہیں کہ اس کے بدلے عوض لیا جائے اور اس کی بیع بھی جائز ہو۔“

تاہم مالکیہ نے اس جواز کے ساتھ متعدد شرائط وابستہ کی ہیں، جن میں ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اگر دین کو اسی جنس کے نقد کے بدلے فروخت کیا جائے تو دونوں طرف مساوات اور برابری ہو۔ لہذا ایک سو روپے کے دین کو نوے یا ایک سو دس روپے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ چونکہ ڈسکاؤنٹنگ آف بل کی بنیاد ہی کم رقم کے عوض زیادہ رقم حاصل کرنے پر قائم ہوتی ہے، اس لیے یہ صورت مالکیہ کے نزدیک بھی جائز قرار نہیں پاتی۔ جیسا امام دسوقیؒ کی عبارت میں اس کی صراحت گزر چکی۔

شوافع کا موقف:

جہاں تک شوافع کا تعلق ہے تو متاخرین شافعیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کسی شخص کو بیت المال سے کوئی مقررہ وظیفہ ملتا ہو تو وہ اپنے اس حق سے کسی دوسرے کے حق میں دستبردار ہو سکتا ہے اور اس کے عوض کچھ معاوضہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ شبراہیؒ وظائف سے دست برداری کا جواز ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ومن ذلك الجوامك المقر فيها فيجوز لمن له شيء من ذلك وهو مستحق له بأن لا يكون له ما يقوم بكفائته من غير جهة بيت المال التزول عنه ويصير الحال في تقرير من أسقط حقه له موكولا إلى نظر من له ولاية التقرير فيه كالباشا فيقرر من رأى المصلحة في تقريره من المفروغ له أو غيره (الشبراہی، ۱۹۸۴م، ج: ۵، ص: ۴۸۱)

”اور انہی میں سے“ جو امک ”بھی ہیں جو مقرر کیے گئے ہوں۔ لہذا جس شخص کا ان میں کوئی حق ہو، اور وہ اس کا مستحق بھی ہو، اس طور پر کہ

بیت المال کے علاوہ اس کے پاس اپنی کفایت کے لیے کوئی اور ذریعہ نہ ہو، تو اس کے لیے اپنے اس حق سے دستبردار ہونا جائز ہے۔

لیکن شوافع کی اس عبارت سے مراد بل آف ایکسچینج کی بیع کا جواز نہیں، بلکہ صرف حق سے دائمی دستبرداری ہے۔ یعنی دوسرا شخص محض دستبرداری کی وجہ سے اس وظیفہ کا مستحق نہیں بن جاتا، بلکہ اصل اختیار متعلقہ حاکم یا نگران کے پاس باقی رہتا ہے کہ وہ چاہے تو اسے مقرر کرے یا کسی اور کو۔ شوافع کے نزدیک وظائف سے دست برداری کا بھی حکم ہے۔ اس تفصیل کے نتیجے میں ظاہر ہوا کہ علامہ شبراہیؒ نے جو بیان کیا ہے وہ ہماری بحث سے خارج ہے، اس لئے وہ نہ تو دین کے کاغذات کی بیع ہے، نہ ہی اس شخص کے حق میں دست برداری ہے جس کو دست بردار ہونے والے کی جگہ اس کو مطالبہ کا حق دینا درست ہو، جس کے حق میں دست برداری ہوئی ہے۔ اس بنا پر شوافع کے اصول کے مطابق بھی بل آف ایکسچینج کی بیع اسی وقت جائز ہو سکتی ہے جب مجلس عقد میں مکمل قبضہ پایا جائے۔ مزید یہ کہ اگر ٹرن اصل رقم سے کم ہو تو یہ بیع ناجائز ہوگی، الا یہ کہ معاملہ نقد کے بجائے کسی سامان کے عوض ہو۔

بل آف ایکسچینج کی بیع کے حکم کا خلاصہ:

مذکورہ فقہی مباحث اور فقہائے کرام کی آراء کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بل آف ایکسچینج کی خرید و فروخت کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان اگرچہ بعض جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں، تاہم ڈسکاؤنٹنگ آف بل کی رائج صورت کسی بھی فقہی مذہب کے اصولوں کے مطابق قابل قبول نہیں۔

چنانچہ فقہائے احناف اور حنابلہ کے نزدیک بل آف ایکسچینج چونکہ ایک قرض حق (Debt Claim) کی نمائندگی کرتا ہے، اس لیے اس کی بیع ”بیع الدین من غیر من ہو علیہ“ کے حکم میں داخل ہے، جو ان کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی بنا پر وہ بل آف ایکسچینج کی فروخت کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، خواہ یہ فروخت اس کی اصل مالیت کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح شافعی فقہاء میں سے وہ حضرات جو دین کی بیع کو بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں، مجلس عقد میں قبضہ کو ضروری شرط قرار دیتے ہیں۔ چونکہ بل آف ایکسچینج کی عملی تجارت میں یہ شرط عموماً پوری نہیں ہوتی، اس لیے ان کے نزدیک بھی اس کی رائج صورت درست نہیں قرار پاتی۔

اگرچہ بعض مالکی فقہاء اور بعض متاخر شافعی فقہاء نے مخصوص شرائط کے ساتھ دین کی بیع کی گنجائش دی ہے، تاہم ان کے نزدیک بھی دین کو اس کی اصل مالیت سے کم یا زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں۔ خصوصاً جب معاملہ نقد کے بدلے نقد کا ہو تو مساوات اور تقابض کی شرائط لازم ہوتی ہیں، جبکہ ڈسکاؤنٹنگ آف بل میں یہی شرائط مفقود ہوتی ہیں۔

لہذا فقہی مذاہب کے مجموعی مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ رائج ”ڈسکاؤنٹنگ آف بل“ شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اس میں کم نقد رقم کے عوض زیادہ مؤخر رقم حاصل کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک ایسے قرضی حق کی فروخت ہے جس کا مقصد مدت کے بدلے مالی اضافہ حاصل کرنا ہوتا ہے، اور یہی حقیقت ربا النسیئہ اور سودی معاملات کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے معاصر فقہاء اور اسلامی مالیاتی اداروں نے بھی اس طریقہ کار کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (نقی العثانی، ۲۰۱۵ء، ج: ۱، ص: ۳۵۲-۳۵۳)

ایوئی (AAOIFI) کا موقف:

اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے وضع کردہ شرعی معیارات میں ایوئی نے تجارتی دستاویزات (Commercial Papers) کی خرید و فروخت کے بارے میں واضح ہدایات دی ہیں۔ چنانچہ شرعی معیار نمبر 16 میں بیان کیا گیا ہے:

It is not permitted to sell commercial paper that has not become due for an amount similar to its value (riba al-nasi'ah) nor for an amount that is more than its value (riba al-nasi'ah plus fadl). [Shari'ah Standard No. 16: Commercial Papers, Clause 5/2, p. 292]

”ایسی تجارتی دستاویز جس کی ادائیگی کی مدت ابھی پوری نہ ہوئی ہو، اسے اس کی مساوی مالیت کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ربا النسیئہ ہے، اور نہ ہی اسے اس کی مالیت سے زیادہ رقم کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس میں ربا النسیئہ کے ساتھ ربا الفضل بھی شامل ہو جاتا ہے۔“

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایوئی کے نزدیک میعاد سے قبل تجارتی دستاویزات کی خرید و فروخت شرعاً ممنوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ درحقیقت دین کے بدلے دین یا نقد کے بدلے مؤخر نقد کے تبادلے پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں ربا النسیئہ کی قباحت پائی جاتی ہے۔ مزید برآں اگر اس دستاویز کو اس کی اصل مالیت سے زیادہ قیمت پر فروخت کیا جائے تو ربا الفضل کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ لہذا ایوئی نے اس قسم کے لین دین کو ناجائز قرار دیا ہے، جس سے یہ بات مزید مؤکد ہو جاتی ہے کہ روایتی بینکاری میں رائج ”ڈسکاؤنٹنگ آف بل“ شرعی اصولوں کے مطابق قابل قبول نہیں۔

البتہ ایوئی کے نزدیک ایک مخصوص صورت میں میعاد سے قبل تجارتی دستاویز کی مالیت سے کم رقم پر تصفیہ (Settlement) جائز ہے، بشرطیکہ یہ معاملہ دستاویز کے موجودہ حامل اور اس پہلے مستفید (First Beneficiary) کے درمیان ہو جس کے حق میں ابتداءً یہ دستاویز جاری کی گئی تھی، اور اس طرح کا تصفیہ پہلے سے کسی معاہدے کے تحت طے نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ ایوئی کے شرعی معیار میں ہے:

It is not permitted to discount commercial papers, but it is permitted to pay an amount that is less than the value of the paper to the first beneficiary prior to the date of maturity as long as this is not based upon an agreement concluded prior to the date of maturity. [Sharia Standard No. 16: Commercial Papers, Clause 5/1, p. 292]

”تجارتی دستاویزات کو ڈسکاؤنٹ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پہلے مستفید کو میعاد پوری ہونے سے پہلے اس دستاویز کی مالیت سے کم رقم ادا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ معاملہ میعاد آنے سے پہلے کسی سابقہ معاہدے کی بنیاد پر نہ کیا گیا ہو۔“

ایوئی کی جانب سے اس صورت کے جواز کی بنیاد یہ ہے کہ یہاں معاملہ دین کی خرید و فروخت کا نہیں، بلکہ دائن اور مدیون کے درمیان باہمی رضامندی سے مؤخر دین کو جلد وصول کرنے کے بدلے اس میں کچھ کمی کر دینے کا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اس صورت کو ”ضع وتعلیل“ (کچھ دین معاف کرو اور جلد ادائیگی حاصل کر لو) کہا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، تاہم بعض فقہاء، بالخصوص متاخرین کے ایک گروہ نے اسے جائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں کسی تیسرے شخص کو دین فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ اصل دائن اور مدیون کے درمیان ہی دین کی مقدار میں تخفیف کر کے قبل از وقت ادائیگی کی جاتی ہے۔ ایوئی نے اسی فقہی رائے کو اختیار کرتے ہوئے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ یہ تخفیف پہلے سے معاہدے کی شرط نہ ہو، بلکہ ادائیگی کے وقت باہمی رضامندی سے طے پائے۔

حوالہ (Assignment) کی بنیاد پر ڈسکاؤنٹنگ آف بل کا حکم:

اب تک ”ڈسکاؤنٹنگ آف بل“ کی شرعی حیثیت کا جائزہ بیچ الدین کے اصولوں کی روشنی میں لیا گیا ہے، جس سے واضح ہوا کہ یہ معاملہ درحقیقت دین کی ایسی خرید و فروخت پر مشتمل ہے جو فقہائے کرام کی اکثریت کے نزدیک ناجائز ہے۔ تاہم اس معاملے کی ایک دوسری فقہی تطبیق بھی ممکن ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسے ”حوالہ“ کے عنوان سے دیکھا جائے۔

اس تجزیے کے مطابق جب کوئی شخص اپنے بل آف ایچینج کو کسی بینک یا مالیاتی ادارے کے پاس ڈسکاؤنٹ کرتا ہے تو حقیقت میں بینک اسے ایک مخصوص رقم بطور قرض فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد حامل بل اپنے مدیون کے ذمہ موجود دین کا حق بینک کی طرف منتقل کر دیتا ہے، تاکہ بینک مقررہ میعاد پر مدیون سے مکمل رقم وصول کر سکے۔ اس اعتبار سے یہ معاملہ ایک قسم کے حوالہ یا انتقال حق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

لیکن اس صورت میں بھی شرعی اشکال برقرار رہتا ہے، کیونکہ بینک یا مالیاتی ادارہ ابتدا میں کم رقم ادا کرتا ہے، جبکہ بعد میں زیادہ رقم وصول کرنے کا حق حاصل کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بل کی اصل مالیت ایک لاکھ روپے ہو اور بینک اسے پچانوے ہزار روپے کے عوض خرید لے، تو بینک نے بظاہر پچانوے ہزار روپے ادا کیے، لیکن میعاد پوری ہونے پر وہ ایک لاکھ روپے وصول کرے گا۔ اس طرح پانچ ہزار روپے کا یہ فرق محض مدت اور تاخیر کے بدلے حاصل ہوتا ہے۔

فقہی اعتبار سے حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے ذریعے منتقل ہونے والے حقوق اور مالی ذمہ داریوں میں ایسا اضافہ شامل نہ ہو جو مدت کے عوض حاصل کیا جا رہا ہو۔ جبکہ ڈسکاؤنٹنگ آف بل میں ابتدا ہی سے یہ بات طے ہوتی ہے کہ کم رقم ادا کرنے والا فریق بعد میں زیادہ رقم وصول کرے گا۔ لہذا اس اضافے کی کوئی حقیقی تجارتی یا سرمایہ کاری بنیاد موجود نہیں ہوتی، بلکہ اس کا سبب صرف مدت کا گزرنا ہوتا ہے۔

اسی لیے اگر اس معاملے کو بیچ الدین کے بجائے حوالہ کی بنیاد پر بھی پرکھا جائے تو نتیجہ وہی سامنے آتا ہے کہ یہ معاملہ سود سے خالی نہیں۔ درحقیقت کم رقم دے کر زیادہ مؤخر رقم حاصل کرنا بالنسبہ کی ایک واضح صورت ہے، کیونکہ یہاں اضافہ مال کے مقابلے میں نہیں بلکہ محض مدت کے مقابلے میں حاصل کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر فقہاء نے اس معاملے کو خواہ بیچ الدین کے عنوان سے دیکھا جائے یا حوالہ کے عنوان سے، دونوں صورتوں میں ناجائز قرار دیا ہے۔ (فتی العثانی، ۲۰۱۳ء، ج: ۲، ص: ۲۵۰-۲۵۱)

ڈسکاؤنٹنگ آف بل (Discounting of Bills) کا شرعی متبادل:

جیسا کہ سابقہ بحث سے واضح ہوا کہ روایتی بینکاری میں رائج ڈسکاؤنٹنگ آف بل درحقیقت کم نقد رقم کے بدلے زیادہ مؤخر رقم حاصل کرنے کا معاملہ ہے، جس کی بنیاد بیچ الدین اور بالنسبہ پر قائم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی بینکاری میں اس طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ تاہم تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں کی ضروریات کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی تاجر یا برآمد کنندہ کو فوری نقدی (Liquidity) درکار ہو تو اس کی ضرورت کس طرح پوری کی جائے؟ معاصر فقہاء نے اس مقصد کے لیے متعدد جائز متبادل صورتیں ذکر کی ہیں جن کے ذریعے مالی ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہیں اور سودی معاملات سے بھی اجتناب ممکن رہتا ہے۔

مزید برآں، ایوئی (AAOIFI) کے معیارات بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مالیاتی ادارے دیون کی رعایتی خرید و فروخت (Discounting of Debts) سے اجتناب کریں اور تمویل کے لیے مشارکہ، مرابحہ، سلم، اجارہ اور دیگر شرعی عقود کو اختیار کریں۔

(۱) مشارکہ کی بنیاد پر تمویل:

ڈسکاؤنٹنگ آف بل کی ضرورت عموماً ایسے تاجروں کو پیش آتی ہے جو اپنا سامان ادھار پر فروخت کرتے ہیں، اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پوری ہونے سے پہلے ہی انہیں اپنے سامان کی قیمت، یا کم از کم اس کے قریب رقم نقد صورت میں حاصل ہو جائے، تاکہ وہ ان تاجروں یا صنعت کاروں کو ادائیگی کر سکیں جن سے انہوں نے برآمد کے لیے سامان خرید اہو تا ہے، یا ان کارنگروں کی اجرت ادا کر سکیں جنہوں نے ان کے لیے مال تیار کیا ہوتا ہے۔ خصوصی طور پر وہ تاجر جو بیرون ملک سامان برآمد کرتے ہیں، اور جنہیں بیرونی خریداروں کی طرف سے قابل اعتماد ذرائع کے ذریعے آرڈر موصول ہوتے ہیں، انہیں فوری سرمایہ کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اس ”بل“ کو لے کر بینک سے رجوع کرتے ہیں تاکہ بینک اس بل کی رقم میں سے کچھ حصہ بطور کٹوتی منہا کر کے باقی رقم فوری طور پر ادا کر دے۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسا متبادل طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جو شرعی اعتبار سے بالکل درست اور سود سے پاک ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تاجر حضرات ایکسپورٹ کا معاملہ شروع کرنے سے پہلے بینک کے ساتھ عقد مشارکہ کر لیں۔ چونکہ بیرون ملک سے حاصل ہونے والا آرڈر متعین ہوتا ہے، فریقین کے درمیان

طے شدہ قیمت بھی معلوم ہوتی ہے، اور سامان کی تیاری و ترسیل کے اخراجات بھی قابل اندازہ ہوتے ہیں، اس لیے ان معلومات کی موجودگی میں بینک کے لیے اس تجارتی معاملہ میں مشارکت اختیار کرنا دشوار نہیں رہتا۔

لہذا بینک مشارک کی بنیاد پر تاجر کو مطلوبہ سرمایہ فراہم کر سکتا ہے، اور اس کا روبرو سے حاصل ہونے والے نفع میں پہلے سے طے شدہ تناسب کے مطابق اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ اس طریقہ کار کے نتیجے میں تاجر اور اس کے معاونین کے لیے کاروباری معاملات میں آسانی پیدا ہوگی، اور ایکسپورٹ کے لیے سامان تیار کروانے کی وجہ سے جو مالی ذمہ داریاں تاجر پر عائد ہوتی ہیں، ان کی

ادائیگی بھی اس کے لیے ممکن ہو جائے گی۔ اسی کے ساتھ بینک کو بھی تجارت سے حاصل ہونے والے نفع میں شرعی طور پر جائز حصہ حاصل ہو جائے گا۔ (نئی العثانی، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۲۵)

(۲) سامان کی فروخت اور حوالہ:

ایک دوسری جائز صورت یہ ہے کہ بینک، مالکیہ اور بعض شوافع کے مذہب کے مطابق، حامل بل کو اس بل کے عوض کوئی حقیقی سامان فروخت کرے، یا اتنی مالیت کا سامان فروخت کرے جس کی قیمت بل میں درج رقم کے برابر ہو، اور اس کے بعد بل جاری کرنے والے کی طرف رقم کی وصولی کے لیے حوالہ قبول کر لے۔ چونکہ اس معاملہ میں بل کے مقابل صرف نقد رقم نہیں بلکہ حقیقی سامان موجود ہے، اس لیے اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ بینک وہ سامان مارکیٹ ریٹ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔ اس طریقہ کار کے ذریعے بینک کو جائز تجارتی نفع حاصل ہو جائے گا، اور معاملہ سودی ڈسکاؤنٹنگ کے بجائے ایک شرعی تجارتی صورت اختیار کر لے گا۔

چنانچہ ایونی لکھتا ہے:

The holder of commercial paper is permitted to purchase goods to be delivered later (on the date of maturity of the paper), and after the debt is established as a liability. The holder of the paper transfers the claim of his creditor to his debtor through this paper. In such a case, the transaction amounts to hawala. [Sariah Standard No. 16: Commercial Papers, Clause 5/4, p. 292]

”تجارتی دستاویز کا حامل ایسی اشیاء خرید سکتا ہے جو بعد میں (دستاویز کی میعاد پوری ہونے کے وقت) فراہم کی جائیں۔ جب خریدی گئی اشیاء کی قیمت بطور ذین اس کے ذمہ ثابت ہو جائے تو وہ اس تجارتی دستاویز کے ذریعے اپنے قرض خواہ کے حق مطالبہ کو اپنے مدیون کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ معاملہ حوالہ کے حکم میں داخل ہوگا۔“

ایونی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تجارتی دستاویز کو ذین کی رعایتی فروخت کا ذریعہ بنانے کے بجائے حقیقی خرید و فروخت اور حوالہ کے لیے استعمال کیا جائے تو معاملہ جائز ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں بینک کا نفع ذین پر مدت کے بدلے حاصل ہونے والا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ حقیقی تجارتی لین دین سے پیدا ہونے والا منافع ہوتا ہے، جو شرعاً جائز ہے۔ مزید یہ کہ اس طریقہ کار میں بیع الدین، ربالنسیہ اور کم رقم کے بدلے زیادہ مؤخر رقم حاصل کرنے کی قباحتیں بھی پیدا نہیں ہوتیں، کیونکہ اصل معاملہ سامان کی بیع اور بعد ازاں حوالہ کے ذریعے ادائیگی کا ہوتا ہے، نہ کہ ذین کی خرید و فروخت کا۔

(۳) قرض حسن اور وکالت کا مجموعہ:

تیسری صورت یہ ہے کہ بینک اور حامل بل کے درمیان دو الگ الگ اور مستقل معاملات انجام پائیں، اور دونوں کو ایک دوسرے سے اس طرح جدا رکھا جائے کہ ایک عقد دوسرے پر موقوف نہ ہو۔

پہلا معاملہ یہ ہو کہ حامل بل بینک کو اپنا وکیل مقرر کر دے تاکہ جب بل کی ادائیگی کی تاریخ آئے تو بینک، بل جاری کرنے والے سے اس کی رقم وصول کر لے۔ اس خدمت کے معاوضہ میں حامل بل بینک کو ایک متعین اجرت ادا کرے۔

دوسرا معاملہ یہ ہو کہ بینک اسی تاجر یا حامل بل کو، بل میں درج رقم میں سے اپنی وکالتی اجرت منہا کر کے باقی رقم بطور قرض حسن دے دے۔

مثال کے طور پر اگر زید کے پاس ایک لاکھ روپے کا بل موجود ہو، تو وہ بینک کو یہ اختیار دے سکتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر بل جاری کرنے والے سے اس کی رقم وصول کر لے، اور اس خدمت کے عوض زید بینک کو ایک ہزار روپے بطور اجرت ادا کرے۔ اس کے بعد بینک ایک مستقل معاہدہ کے تحت زید کو ننانوے ہزار روپے بلا سود قرض

دے دے۔ پھر جب بل کی مدت پوری ہونے پر بینک کو بل جاری کرنے والے سے مکمل ایک لاکھ روپے وصول ہو جائیں، تو دونوں کے درمیان حساب برابر کر لیا جائے گا۔ اس طرح بینک ننانوے ہزار روپے قرض کی واپسی کے طور پر رکھ لے گا، جبکہ ایک ہزار روپے اپنی وکالتی خدمت کی اجرت کے طور پر حاصل کرے گا۔ تاہم اس طریقہ کے شرعی جواز کے لیے چند شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

- 1- دونوں معاملات مکمل طور پر مستقل ہوں۔ چنانچہ قرض کے عقد میں وکالت کی شرط شامل نہ ہو، اور نہ وکالت کے عقد کو قرض سے مشروط کیا جائے۔
- 2- وکالت کی اجرت کو بل کی مدت کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ مدت زیادہ ہونے کی صورت میں اجرت بڑھ جائے، اور مدت کم ہونے پر اجرت بھی کم ہو جائے۔

3- بینک کی طرف سے دیے گئے قرض کی وجہ سے وکالت کی اجرت میں اضافہ نہ کیا گیا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں یہ معاملہ ”بکل قرض جر نفعاً“ کے تحت آکر سود شمار ہو گا۔ (نقی العثانی، ۲۰۱۵، ص: ۱۱۲۴)

حاصل کلام:

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ روایتی بینکاری میں رائج ڈسکاؤنٹنگ آف بل بنیادی طور پر دین کی رعایتی خرید و فروخت اور مدت کے عوض اضافی منفعت کے حصول پر مبنی ہے، جس کی وجہ سے اس میں بیع الدین، ربا النسیئہ اور دیگر شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی بنا پر فقہائے اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور اسلامی مالیاتی ادارے بھی اس طریقہ کار کو اختیار نہیں کرتے۔

اس کے مقابلہ میں اسلامی بینکاری نے تاجروں اور صنعت کاروں کی حقیقی مالی ضروریات کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان کے لیے متعدد شرعی متبادلات فراہم کیے ہیں، جن میں مشارکہ کی بنیاد پر تمویل، سامان کی فروخت کے بعد حوالہ کی صورت، اور قرض حسن و وکالت کا مجموعہ قابل ذکر ہیں۔ ان متبادلات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں منافع کا استحقاق حقیقی تجارتی سرگرمی، سرمایہ کاری یا جائز خدمات کے عوض پیدا ہوتا ہے، نہ کہ محض مدت کے بدلے رقم پر رقم لینے کی بنیاد پر۔ لہذا اسلامی مالیات کا بنیادی امتیاز یہی ہے کہ وہ تمویل کے عمل کو حقیقی معاشی سرگرمیوں، تجارت اور سرمایہ کاری کے ساتھ مربوط کرتی ہے، اور قرض کو نفع کمانے کا ذریعہ بنانے کے بجائے شرعی اصولوں کے مطابق عادلانہ اور سود سے پاک مالی نظام کی تشکیل کی کوشش کرتی ہے۔

حوالہ جات:

- ابن عابدین، محمد امین۔ (1966)۔ رد المختار علی الدر المختار۔ بیروت: دار الفکر۔
- البہوتی، منصور بن یونس۔ (2008)۔ کشاف القناع عن متن الإقناع۔ وزارت العدل، المملكة العربية السعودية۔
- الحصکفی، محمد بن علی۔ (2002)۔ الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار۔ بیروت: دار الکتب العلمیة۔
- الحطاب، محمد بن محمد۔ (1992)۔ مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل۔ بیروت: دار الفکر۔
- الشبراہمسی، نور الدین بن علی۔ (1984)۔ حاشیة الشبراہمسی علی نہایة المحتاج۔ بیروت: دار الفکر۔
- العثانی، محمد تقی۔ (2013)۔ بحوث فی قضایا فقہیة معاصرہ۔ دمشق: دار القلم۔
- العثانی، محمد تقی۔ (2015)۔ فقہ البیوع علی المذاهب الأربعة۔ کراچی: مکتبة معارف القرآن۔
- Accounting and Auditing Organization for Islamic Financial Institutions, **Sharia's Standards** (Manama: 2008).
 - The Pakistan Code, Ministry of Law and Justice, **The Negotiable Instrument Act, 1881** (Islamabad: latest Edition).